بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اشارات

اس مرتبہ کمیونزم کے خلاف پہلے مشرقی پاکستان میں اور پھر مغربی پاکستان کے مختلف صوبوں میں نہایت سخت اقدام کیا گیا ہے۔ کمیونسٹ پارٹی خلاف قانون قرار دے دی گئی ہے اور اس کے تمام نمایاں کارکن گرفتار اور دفاتر سربمہر کر دیئے گئے ہیں۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ کمیونسٹ پارٹی کی وہ کونسی سرگرمیاں ہیں جن کی بنا پر اس کے خلاف یہ انتہائی قدم اٹھایا گیا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ حکومت کے علم میں ان کی کوئی ایسی سرگرمیاں ہوں جن کے سدِ باب کے لیے اس کے سوا اور کوئی چارۂ کار باقی نہ رہا ہو، لیکن اس سلسلے میں ابھی تک کوئی برسرِ عام تحقیقات کر کے اس کے نتائج پبلک کے سامنے کھول کر نہیں لائے گئے اور نہ ہی اس سخت ترین اقدام کے حق میں کوئی عدالتی فیصلہ حاصل کیا گیا۔ اس لیے لوگوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا ہو رہے ہیں۔ کوئی کہتا ہے کہ یہ اقدام امریکہ کی خوشنودی کی خاطر کیا گیا ہے۔ کسی کا یہ خیال ہے کہ کمیونسٹوں سے مشرقی پاکستان میں مسلم لیگ کی عبرتناک شکست کا انتقام لیا جا رہا ہے، وغیر ذالک۔ لیکن جب تک اس کاروائی کا پس منظر کھل کر سامنے نہ آ جائے وثوق سے اس بارے میں کوئی بات نہیں کہی جا سکتی۔

تاہم اتنا ہم ضرور کہیں گے اور پورے زور سے کہیں گے کہ کوئی اسلامی ریاست جو فی الواقع خدا کی حاکمیت کے نظریے پر وہ نظام استوار کرنے کے لیے بنی ہو جس کا نقشہ کتاب و سنت میں ہمارے سامنے آتا ہے، وہ اپنے حدود میں کمیونزم جیسے ملحدانہ انقلابی نظریے کو انڈے بچے دینے کا موقع نہیں دے سکتی۔ ایک مسلم معاشرہ اپنی فطرت کے لحاظ سے اس کا روادار نہیں ہو سکتا کہ اس میں طبقاتی بنیادوں پر کشمکش اور مار دھاڑ اور خون خرابے کی تحریک چلانے کے لیے کوئی سازشی طاقت بے روک ٹوک اپنا کام کرتی رہے۔ پس اس امر میں پوری قوم متفق ہے کہ کمیونزم کو پاکستان میں پروان چڑھنے کا موقع حاصل نہیں

ہونا چاہیے۔

لیکن مختلف عناصر میں اختلاف کمیونزم کے خلاف معرکہ آرائی کے طریقوں میں ہے۔

ہمارے سرمایہ داروں اور زمینداروں کا طبقہ اور ہمارے موجودہ مسلم لیگی فرمانرواؤں کا گروہ، جو خود اسی طبقے سے برآمد ہوا ہے، کمیونزم سے نمٹنے کے لیے تین ہی تدبیروں پر بھروسہ کیے ہوئے ہے۔

ان کی پہلی تدبیرِ جنگ یہ ہے کہ جابرانہ قوانین اور ہنگامی اختیارات کے سارے ہتھیار دل کھول کر استعمال کیے جائیں۔

اس تدبیر کے بارے میں ہم اتنا ہی عرض کریں گے کہ مارکس کی تعلیم کے ظہور کے ساتھ ہی اس کو دبانے کے لیے اس تدبیر پر عمل شروع ہو گیا تھا اور جب سے لے کر اب تک دنیا کے ہر گوشے میں یہ عمل جاری ہے۔ غالباً لمبے چوڑے دلائل کے بغیر یہ تاریخی حقیقت آپ تسلیم کریں گے کہ کمیونزم کی رد کو روکنے کے لیے جن جباریوں کا مظاہرہ روس میں زار کی خداوندی نے کیا تھا ان کی حد تک آج کی کوئی حکومت بمشکل ہی جا سکتی ہے۔ لیکن زار کا تجربہ ناکام ہو کے رہ گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اگر آپ کمیونسٹ پارٹی کو خلافِ قانون قرار دینے کی انتہائی تدبیر بھی اختیار کریں تو بھی پارٹی کے محدود دائرے کے باہر اس کے حامیوں، ہمدردوں اور خفیہ کارکنوں کا جو وسیع حلقہ کسی نظام کے پیدا کردہ معاشی اضطراب کی باگیں تھامے خاموشی سے کام کر رہا ہوتا ہے اس پر کسی قانون کا بس نہیں چلتا۔ چند پارٹی کے گنے چنے آدمیوں کو تو کوئی حکومت گرفتار کر سکتی ہے لیکن اس کے کارکنوں کی ایک بھاری تعداد اپنی ظاہری بولی بدل کر زیرِ سطح چلی جاتی ہے۔[1] یہ بالکل ایسے ہی ہوتا ہے جیسے آپ نے نشتر اٹھایا اور خنازیر کی چند گلٹیوں کا اپریشن کر ڈالا، لیکن جراثیم کی وہ فوج کی فوج جو نشتر کی زد سے محفوظ خون میں گردش کرتی پھرتی ہے اس کے لیے کونسا آپریشن کارگر ہو سکتا ہے بجز اس کے کہ آپ خود مریض ہی کے گلے پہ چھری پھیر دیں، ان جراثیم کا خاتمہ قابلِ تصور نہیں ہے۔ پس اس تدبیر پر عمل پیرا ہونے کی ضرورت کسی خاص صورتِ حالات کے تقاضے کے طور پر جزوی حد تک تو پیش آ بھی سکتی ہے، لیکن یہ کمیونزم کو ختم کرنے کا کوئی جامع نامہ عمل نہیں ہے۔

---

[1] اخباری اطلاع ہے کہ مشرقی پاکستان کی کمیونسٹ پارٹی کے بعض بڑے لیڈر روپوش ہو گئے ہیں۔

اس وقت تک خود پاکستان کا حال یہ ہے کہ کمیونسٹ پارٹی گنتی کے چند افراد پر مشتمل ہے لیکن اس کے فلسفے پر ایمان رکھنے والوں، اس کے پروگرام سے دلچسپیاں رکھنے والوں اور اس کے ذہنی حامیوں اور ناصروں کی ایک فوج ہے جو سرکاری محکموں، قومی اداروں، ریڈیو اور سینما کی کمپنیوں، یونیورسٹیوں، ادبی انجمنوں وغیرہ میں گھسی ہوئی ہے۔ وہ ایک طرف سرکاری اور قومی پالیسیوں، پروگراموں اور فیصلوں پر اثر انداز ہوتی ہے، دوسری طرف کمیونسٹوں کو اندرونی معلومات فراہم کرتی ہے اور تیسری طرف انہیں حکومت کی تعلیمی اور سوشل اور کلچرل سرگرمیوں کے میدان میں کام کرنے کے راستے بنا بنا کر دیتی ہے۔

یہ تسلیم کہ حکومت کی کسی سخت کارروائی کے زیر اثر یہ عناصر عارضی طور پر دب جاتے ہیں، مگر کوئی قانون ان کے دل و دماغ کو بدل نہیں سکتا، کوئی تشدد ان کی ذہنی ساخت میں فرق نہیں لا سکتا، کسی مستبدانہ اختیار کے ہتھیار ان کے ایمانوں کو تحویل قبلہ پر آمادہ نہیں کر سکتے۔ یہ سالہا سال کے مطالعے، غور و فکر اور جذباتی تاثرات کے زیر اثر حاصل کردہ شعور کو سینوں میں دبائے تشدد کی ناساز گار فضا میں دم سادھ کر کسی لمبی سے لمبی مدت تک پڑے رہ سکتے ہیں۔ پھر اگر معاملہ محض اندرون ملک کی ایک محدود تحریک کا ہوتا تو صورت دوسری تھی۔ یہاں حال یہ ہے کہ کمیونزم کا جال مشرق و مغرب کے ہر گوشے میں پھیلا ہوا ہے، اتنا ہی نہیں، کرۂ ارضی کے ایک بڑے حصے پر کمیونزم پورے طنطنے کے ساتھ راج کر رہا ہے۔ پھر سوشلسٹ حکومتوں اور دنیا کی کمیونسٹ تحریکوں اور پارٹیوں کے درمیان بین الاقوامی روابط بھی ہیں، روپے اور اسلحہ سے باہمد گر مدد بھی پہنچائی جاتی ہے، پروپیگنڈے کے محاذ پر بھی ایک دوسرے کی حمایت و تائید کی جاتی ہے اور عالمگیر دائرے میں بڑی بڑی سازشیں بھی ہوتی ہیں۔ ایسے حالات میں اندرون ملک کے کمیونسٹ عناصر کو سطح سے دبا کر نیچے تہ میں پہنچا دینا ان کے حوصلے بھی پست نہیں کر سکتا۔ پس تشدد کے ساتھ کھلے دشمن کو چھپے دشمن میں بدل ڈالنا ہماری نگاہ میں کوئی کامیاب تدبیر نہیں ہے۔

ان کی دوسری تدبیر جنگ ہے۔ یہ ہے کہ کمیونزم کو امریکہ کے ڈالروں اور اسلحہ کے زور سے شکست دی جائے۔ لیکن اس تدبیر کا جو تجربہ چین میں کیا گیا ہے اور اب ہند چینی میں اپنی تکمیل کو پہنچ رہا ہے، کافی ہوگا کہ اس کا مطالعہ کر کے نتائج کو دیکھ لیا جائے۔ اتفاق سے ان دنوں ایک کتاب "کشمکش" کی ایک صدی

(A CENTURY OF CONFLICT) میرے زیر مطالعہ ہے۔ اس میں چین کی وہ کہانی خالص امریکن نقطۂ نظر سے بیان کی گئی ہے جو کمیونسٹوں اور چیانگ کائشک کے تصادم سے وجود میں آئی ہے۔ امریکی امداد کے باوجود کومنٹانگ گورنمنٹ نے جس شان سے کمیونسٹ طاقت کے ہاتھوں زک پہ زک اٹھائی ہے اس پر جنرل مارشل نے جنوری ۱۹۴۷ء میں برسر عام اپنی بیزاری اور مایوسی کا اظہار کیا اور چین کی قومی حکومت کو پورے زور سے موردِ الزام گردانا۔ ۱۹۴۷ء کے وسط گرما میں جنرل ویڈمیئر (G. WEDEMEYER) کو مامور کیا گیا کہ وہ چین میں جاکر صورت حالات کا پورا پورا مطالعہ کرے اور پھر اپنا تجزیہ پیش کرے۔ اب جنرل موصوف کا تجزیہ حسب ذیل نکات کو پیش کرتا ہے:۔

(۱) قومی حکومت کی روز افزوں کمزوری بہت سے فوجی اور اقتصادی اسباب کا نتیجہ ہے، لیکن سب سے بڑی وجہ اسکی اپنی انتظامی نااہلیت ہے۔ کمیونسٹ خطرے پر قابو پایا جا سکتا ہے، بشرطیکہ حکومت صرف جاپان کے خالی کردہ علاقوں کو قبضے میں لینے پر اکتفا نہ کرے بلکہ ایسے دیانت دار اور اہل عہدہ داروں کا تقرر بھی عمل میں لائے جو سیاسی اور اقتصادی مضبوطی کا سر و سامان کر سکیں۔

(۲) فوج بری حالت میں ہے۔ افسروں میں اپنے سپاہیوں کی خیر خواہی کا جذبہ کم ہے۔ ان دونوں کے درمیان باہمی ربط حد درجہ کمزور ہے۔ فوج کے اندر مقصدیت کی حس سرے سے نہیں اور نہ ان کو یہ شعور ہی دیا گیا ہے کہ وہ کاہے کے لیے لڑ رہے ہیں۔ ترقی کا دار و مدار قابلیت اور اوصاف پر نہیں ہے۔

(۳) جبری بھرتی کا اسلوب نفاذ مستبدانہ ہے، امیروں اور شہریوں کے لڑکوں سے صرف نظر کیا جاتا ہے اور غریب کسان بھرتی کیے جا رہے ہیں۔

(۴) فوج اور عوام کا باہمی تعلق افسوسناک ہے کیونکہ سپاہی بڑے پیمانے پر لوٹ کھسوٹ اور تشدد کی کارروائیاں کرتے پھرتے ہیں۔

(۵) اقتصادی لحاظ سے ٹیکس کا بوجھ بہت زیادہ بھی ہے اور شہریوں پر اس بوجھ کی تقسیم بھی غیر منصفانہ ہے، درآنحالیکہ ممکن الاستعمال قومی ذرائع سے جو استفادہ کیا جا رہا ہے وہ ضروریات کے مقابلے میں قطعی ناکافی ہے۔

(۶) انتظامی مشینری، کیا بلحاظ تنظیم اور کیا بلحاظ کارکردگی، بددیانتی، غیر متعین اور باہم دگر مداخلت کرنے والی ذمہ داریوں، آپس میں کھینچا تانی کرنے والے وسائط کار اور ناقص تربیت رکھنے والے کارکنوں کی وجہ سے انتہائی پست معیار پر آگری ہے۔

(۷) خفیہ پولیس نہایت وسیع پیمانے پر مستبدانہ طریقوں سے کام لے رہی ہے اور اس طرح حکومت کے متعلق عوام کا اعتماد تباہ ہو رہا ہے۔

(۸) قومی حکومت کی رہی سہی قوت افراطِ زر کا شکار ہو گئی اور اس پر قابو پانا حکومت کے بس سے باہر تھا۔ ایک حکومت جو جدید مالیاتی اور انتظامی تدابیر پر قادر نہیں ہے اور جسے اپنی آمدنی کا بیشتر حصہ فوج پر صرف کرنا ہے اور وہ فوج میں کوئی کمی بھی نہیں کر سکتی، آخر افراطِ زر کی مصیبت کا توڑ کیسے کر سکتی ہے، جو کوششیں کی بھی گئیں ان کو خیانت کاریوں نے ناکام کر دیا۔ اُلٹا نتیجہ یہ نکلا کہ عوام کے اعتماد کے تزلزل نے نقدی کی قیمت کو اور نیچے لا گرایا۔ اس کا علاج بس یہی رہ گیا تھا کہ یا تو امریکہ فوجی مصارف اپنے ذمے لے لے، یا جنگ بند کر دی جائے۔ درمیانہ طبقہ جس سے چیانگ کسی جرأت مندانہ اقدام کے لیے تعاون حاصل کر سکتا تھا، افراطِ زر کی سب سے زیادہ چوٹ اسی پر پڑی۔ اس طبقے کی مایوسی اور سیاسی بے بسی نے چیانگ کو دھکیل کر کومنٹانگ کے ناکارہ عناصر کی آغوش میں جا ڈالا جو ہر اصلاحی تدبیر کے راستے میں رکاوٹ تھے۔

(۹) اندریں حالات کمیونسٹوں کا پروپگنڈہ تیز تر ہو گیا۔ وہ ایک طرف افراطِ زر کی حالت کو سامنے لا رہے تھے، دوسری طرف امریکہ کے خلاف رائے عام کو تیار کرتے اور تیسری جنگ کی مصیبت کا احساس ابھارتے۔ خاص طور پر ان کے پروپگنڈے کی وہ لہر خطرناک تھی جس کی زد میں قوم پرست سپاہی آتا تھا۔ عام سپاہیوں کے لیے ا تا ۳ ڈالر ماہانہ تنخواہ مقرر تھی اور افسروں کے لیے ۴ تا ۲۰ ڈالر۔ لیکن یہ بھی باقاعدگی سے نہیں ملتی تھی خوراک اور لباس کے لحاظ سے بُرا حال تھا، حد یہ کہ زخمی سپاہیوں کی دیکھ بھال اور فوجیوں کے اہل و عیال کی خبر گیری کا بھی کوئی انتظام نہ تھا۔ چنانچہ فوجی دستے روحِ عمل سے محروم ہو گئے اور ان میں لڑنے کا جذبہ مر گیا۔ یہاں تک ہوا کہ بغیر کسی حکم کے اپنے آپ وہ مورچوں سے پسپا ہو جاتے

اور جان بوجھ کر کمیونسٹوں کو کسی علاقے اور سامان رسد اور گولہ بارود پر قبضہ کرنے کا موقع فراہم کرتے۔

اس سلسلۂ کلام کو مصنف بطورِ خود مزید تفصیل تک لے جاتا ہے، اور پھر چند صفحات آگے جا کر داستان اس فقرے پر ختم کرتا ہے کہ "کمیونسٹ خطرے کو روکا نہیں گیا، بلکہ وہ سارے بند توڑ کر آگے بڑھ گیا جو کبھی تعمیر ہی نہیں کیے جاسکے"!

اس داستان سے سبق حاصل کرتے ہیں اگر کوئی کمی رہ جائے تو اسے ہند چینی کی روداد کشمکش پورا کر سکتی ہے جو اپنے اختتام کے قریب آ گئی ہے۔

تیسری تدبیر جنگ بہ پیش نظر ہے کہ کمیونزم کو اسلام کے محض کھوکھلے نعرے کے جادو سے شکست دی جائے مدعا یہ ہے کہ بغیر اس کے کہ اسلام کو اپنے سینے سے قبول کیا جائے اور ملک کا نظام اس کے اصولوں کے حوالے کیا جائے، ساری جاگیرداریاں، زمینداریاں، اقتدار کی رسہ کشیاں، مسرفانہ اور عیاشانہ دلچسپیاں اور اقتصادی ناہمواریاں جوں کی توں برقرار رکھتے ہوئے اسلام کو ان کا سنتری بنا کر محل کے دروازے کے سامنے کھڑا کر دیا جائے کہ وہ ان کے باڈی گارڈ کے فرائض انجام دے۔

ہم عرض کریں گے کہ اس تدبیر کا تجربہ بھی کمیونزم کے مقابلے میں ایک مرتبہ پوری طرح کیا جا چکا ہے۔ روسی ترکستان میں مذہب اور مذہبی نعرے کا جادو اس طرح پر آزمایا جا چکا ہے مگر جو انجام وہاں پیش آیا وہ اتنا عبرتناک ہے کہ شاید چین کا تجربہ بھی ویسا عبرتناک نہ ہو۔

پھر کیا اب آپ حضرات امیر بخارا بن کر بیٹھنا چاہتے ہیں اور اسلام کو زندگی کے اس نظام اور ماحول کے دفاع پر بھیجنا چاہتے ہیں جو از سر تا پا اسلام سے بے نیاز، بلکہ منحرف ہے؟ کیا آپ حضرات روسی ترکستان کے جاگیرداروں اور بادشاہوں کی طرح ناجائز انتفاع کے کوڑھ کا شکار ہونے والے نظامِ معاشی کو سینے سے لگا کر قرآن کو مورچے پر کھڑا کرنا چاہتے ہیں کہ وہ اپنی آیات کے لشکروں کو کمیونزم کے خلاف لڑائے؟ —— اگر کسی کا منصوبۂ جنگ یہی ہے تو وہ کمیونزم کو خود کامیابی کے راستے بنا کر دینا چاہتا ہے۔

اب ہم سے پوچھیے کہ ان تینوں تدبیروں کو اگر ہم ناکام قرار دیتے ہیں تو کوئی چوتھی تدبیر ہمارے پاس کیا ہے؟ کمیونزم کو شکست دینے کے لیے ایک نتیجہ خیز منصوبہ بنانے بیٹھیے تو سب سے پہلے اس حقیقت پر غور

لیجیے کہ وہ کیسی فضا ہوتی ہے جس میں کمیونزم پھل پھول سکتا ہے۔ کیسی مٹی میں اس کی جڑ لگتی ہے۔ کیسے سماجی حالات کا موسم ہے جو پنپنے کے لیے اسے سازگار لگتا ہے۔

کمیونزم کی فصل صرف معاشی بے اطمینانی کی زمین میں برگ و بار لاسکتی ہے۔ یہ سرمایہ دارانہ اور جاگیردارانہ نظام کے مفاسد کا ایک تند و تیز ردّ عمل ہے۔ یہ معاشی مظالم کے خلاف ایک انتقامی تحریک ہے۔ جہاں معاشی نظام مظالم اور مفاسد کی وجہ سے عوام میں بے اطمینانی کا مواد پیدا کرتا ہے وہاں کمیونزم کے جراثیم پلتے ہیں اور جہاں یہ مواد ہی موجود نہ ہو وہاں کمیونزم کے لیے کوئی چانس نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر کہیں یہ زہریلا مواد موجود ہو، وہاں معاشرے کے جسم پر باہر سے کتنے ہی اپریشن کر ڈالیے، سُرخ جرثوموں کا قلع قمع نہیں ہو سکتا اور ان کی افزائش کو نہیں روکا جا سکتا۔

کمیونزم کے لیے بہترین آب و ہوا سیکولرازم کی آب و ہوا ہے۔ جب تک کسی معاشرتی ماحول میں خدا پرستی، مذہب سے وابستگی اور اخلاقی قدروں کا کوئی احترام باقی رہتا ہے، کمیونزم کے پودوں کی بڑھوتری اچھی طرح نہیں ہو سکتی۔ یہی وجہ ہے کہ معاشی نظام کا تختہ الٹنے کے لیے جہاں یہ فتنۂ دورِ حاضر کام شروع کرتا ہے وہاں وہ خدا اور مذہب اور اخلاق کے خلاف اوّلین مرحلے میں تفلسف، تضحیک اور شر و ادب کے ذریعے ہلّہ بولتا ہے۔

کمیونزم کے لیے موسم بہار ایسی سیاسی صورت حالات سے پیدا ہوتا ہے جس کے اندر حکمران طبقوں اور عوام کے درمیان بُعد کی خلیج وسیع سے وسیع تر ہو رہی ہو۔

یہ تینوں اسباب اگر یکجا ہو جائیں تو کمیونزم کے فروغ کو کوئی جابرانہ کارروائی نہیں روک سکتی۔

پس ناگزیر ہے کہ پاکستان میں کمیونزم کے لیے ان سازگار اسباب میں سے کوئی بھی باقی نہ رہنے دیا جائے، اگر واقعی خلوص کے ساتھ ہمیں اس سرزمین کو سرخ خطرے سے بچانا ہے۔ ایک طرف معاشی تعمیر و ترقی کا کام تیز رفتاری سے کیا جائے تاکہ قومی دولت کی رفتارِ پیدائش میں اضافہ ہو، عام لوگوں کو کام ملے سب کی ضروریات پوری ہوں اور معیارِ زندگی بلند ہوتا چلا جائے۔ دوسری طرف موجودہ معاشی ناہمواریوں کو دور کرنے، ان ناہمواریوں کے وجوہ و اسباب کی جڑیں کھودنے، اور معاشی مظالم کا سدِّ باب کرنے کے لیے

اسلامی اصول معیشت کی بنیاد پر تعمیر کا ایک منصوبہ بنایا جائے۔ پھر یہ ضروری ہے کہ ملک میں خدا پرستی اور مذہب اور اخلاق کی طاقت کو مضبوط سے مضبوط تر کیا جائے اور سیکولرازم کی فضا باقی نہ رکھی جائے۔ پاکستان کا خمیر چونکہ مذہبی جذبات سے اٹھا تھا اس لیے یہاں کی فضا میں مذہب کا پرتو کسی دوسرے ملک کے مقابلہ میں زیادہ گہرا پڑا ہے، اور اس ناقص حالت نے بھی کمیونزم کو سات برس میں زور نہیں پکڑنے دیا۔ اب اگر اسلامی اصولوں کو نظام اجتماعی کی بنیاد کے طور پر خلوص سے اختیار کر لیا جائے تو پاکستان کی آب و ہوا اس ملحدانہ تحریک کو کبھی راس نہ آئے گی۔ پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ہمارے سیاسی کارپرداز رائے عام سے مسلسل انحراف دکھانے، جمہور کے مطالبات کو دبانے اور بات بات پر تشدد کے اسالیب اختیار کرنے کی روش چھوڑ کر اپنے آپ کو عوام کے دلوں کے قریب تر کرنے کی کوشش کریں۔ اس طرح وہ خلیج پاٹ دی جانی چاہیے جو حکمرانوں اور عوام کے درمیان موجود ہے اور جسے ہمارے اکابر خود اپنے ہاتھوں رات دن کھود کھود کر وسیع تر کر رہے ہیں۔ ان تین تدبیروں کے ذریعے کمیونزم کو حالتِ نزع میں مبتلا کیا جا سکتا ہے۔

حفظِ ماتقدم کی ان تدابیر کے علاوہ، اصولاً ایک اجتماعی تحریک کو روکنے کے لیے ایک مثبت اجتماعی تحریک ہی صحیح ذریعہ ہو سکتی ہے۔ سیلاب کو ایک دوسرے جوابی سیلاب ہی سے روکا جا سکتا ہے۔ اجتماعی تحریکیں محض ایک سیاسی پارٹی کی شکل میں کام نہیں کرتیں بلکہ وہ زندگی کے میدان میں ہر چہار جانب سے یورش کرتی ہوئی داخل ہوتی ہیں۔ کمیونزم ہمارے ہاں صرف کمیونسٹ پارٹی کی صورت ہی میں تاخت نہیں کر رہا، وہ ایک طرف سے فلسفہ و فکر کی دنیا پر حملہ بول رہا ہے، دوسری طرف سے وہ عمرانی علوم کے میدان میں تگ و تاز دکھا رہا ہے، تیسری طرف وہ ادب اور لٹریچر کے چور دروازوں سے شبخون مارتا ہے، چوتھی طرف وہ صنعتی مزدوروں کو منظم کر کے آگے بڑھا رہا ہے، پانچویں جانب وہ کسانوں کو اکسا اکسا کر مورچوں پر بھیج رہا ہے۔ ایسی ہمہ گیر تحریک کے محض سیاسی دستے کے آگے اگر آپ نے سخت گیرانہ قوانین کی سنگینیں تان دیں یا امریکی ڈالروں کے بند باندھ دیئے تو اس سے تحریک کی ہر جہتی یورشیں تو رک نہیں سکتیں۔ وہ زیادہ سے زیادہ پارلیمنٹ اور اسمبلیوں کی نشستیں نہ جیت سکے گی، لیکن ہمارے نوجوانوں اور ہمارے معاشی مظلوموں کے دل و دماغ کو اس کی تاخت سے کیسے محفوظ کیا جا سکتا ہے۔

اس کا توڑ ایک برابر کی فکر کی ہمہ گیر اور مثبت تحریک ہی سے ہو سکتا ہے۔ ایک ایسی تحریک جو کمیونزم کے نظریے کے جواب میں نظریہ لا سکے۔ فکر کے جواب میں فکر دے سکے، سیاسی فلسفے کے جواب میں زیادہ بہتر سیاسی فلسفہ رکھ سکے۔ معاشی اصلاح کے منصوبے کے سامنے زیادہ مؤثر منصوبہ پیش کر سکے، اور پھر سیاست کے میدان میں منہ توڑ جواب دے سکے۔ وہ پروپگنڈے کو پروپگنڈے سے توڑے، ادب کو ادب سے شکست دے اور تنظیمی کام کو تنظیمی کام سے ہرائے۔ وہ ذہین طبقوں میں آکر بھی اس کا مقابلہ کرے، طلباء میں بھی اس کے دوبدو کھڑی ہو، مزدوروں اور کسانوں کے حلقے میں آکر اس سے ٹکرائے۔ وہ دلیل کا توڑ دلیل سے کر سکتی ہو، وہ جذبات کے مقابلے میں جذبات لا سکتی ہو، شعور کی مدافعت کے لیے شعور کو پیش کرے اور رائے عام کے میدان میں بھی لوگوں کی بڑی اکثریت کو اپنے گرد سمیٹ کر اپنی حریف تحریک کی بالکل مشکیں کس لے۔

یہی وہ اسکیم ہے جس پر جماعت اسلامی تسلسل سے کام کر رہی ہے۔ اس کام کا مختصر اور محدود سا تجربہ گواہ ہے کہ ٹھیک یہی اسکیم ہے جو اس معاملے میں کوئی مؤثر پارٹ ادا کر سکتی ہے اور جس سے ٹھوس نتائج نکل سکتے ہیں۔ ہم نے پاکستان بننے کے بعد سے پاکستان کے عوام کو اسلامی نظریہ و نصب العین دینے کی کوشش کی ہے۔ ہم نے قوم کے سامنے کمیونسٹوں کے فلسفے اور نظریے کے جواب میں اسلام کا فلسفہ و نظریہ پیش کیا ہے اور اکثریت کو اپنے ساتھ لیا ہے۔ ہم نے سیاسی کشمکش کے میدان میں کمیونزم کے دلائل کا اثر اپنے دلائل کے زور سے باطل کیا ہے ہم نے طلبہ میں کام کر کے ایک بڑی تعداد کو نہ صرف کمیونزم کی زد سے بچا نکالا ہے بلکہ ان کو ذہنی اور عملی پہلوؤں سے کمیونزم کے خلاف ہر جہت سے لڑائی لڑنے کے قابل بنا دیا ہے۔ ہم نے مزدوروں اور کسانوں میں جو تھوڑا بہت کام اب تک کیا ہے اس کی وجہ سے اب ان طبقوں میں کوئی حرکت کمیونسٹوں کی رہنمائی میں بپا ہونی مشکل ہو گئی ہے۔ ادب کے میدان میں کمیونسٹوں کی تخلیقات کا رعب ہمارے ادیبوں کے کام نے ختم کر دیا ہے۔ ان کے انقلابی خیالات کی رو آگے بڑھتے بڑھتے ختم ہو گئی ہے، ان کے ادبی حلقوں کی رونق اڑ گئی ہے اور ان کے جرائد اور ان کی مطبوعات کا حلقۂ فروخت سکڑ گیا ہے۔ پاکستان بننے کے بعد جن حالات نے اس ملک میں کمیونسٹوں کو آگے بڑھنے

سے روکے رکھا ہے ان میں سے سب سے زیادہ حصہ نہ سہی، ایک بڑا حصہ جماعت اسلامی کی برپا کردہ اسلامی تحریک کا ہے۔

اسلامی تحریک یہ جو کچھ کر پائی ہے، وہ اس کے علی الرغم ہے کہ اس تحریک کے خلاف پروپگنڈہ کرنے، اسے دبانے اور نقصان پہنچانے، اس کی آواز کو کمزور کرنے، اس کے حلقۂ اثر کو محدود کرنے اور اسکی پیشقدمی کو روکنے کے لیے جو جو تدابیر بھی مسلم لیگی حکومتوں کے بس میں تھیں، انہوں نے پوری طرح استعمال کی ہیں۔ اس تحریک کو کمیونزم کے خلاف کوئی مدد بہم پہنچانا تو کجا، الٹا اس کے ہاتھ ہمیشہ کمزور کرنے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ مدد نہ سہی، اگر کم سے کم ہمیں جھوٹے پروپگنڈے، مخالفت کی سازشی تدبیروں اور تشدد کی تحت تحتی کارروائیوں ہی سے امان ملی ہوتی تو ہمارا اندازہ یہ ہے کہ اب تک پاکستان میں کمیونزم کی جڑیں بیشتر کٹ گئی ہوتیں اور شاید مشرقی پاکستان میں ایسی بے ہنگم تبدیلی نمودار نہ ہو سکتی جس سے آج حکومت اور ملک کو سابقہ درپیش ہے۔

ایک نظریہ رکھنے والی اجتماعی تحریک سے ملک کے عوام کو لڑانے کے لیے ضروری ہے، کہ ان کو مساویانہ طاقت کی نظریہ رکھنے والی اجتماعی تحریک سے مالامال کیا جائے۔ انہیں نصب العین دیا جائے، ان میں مقصدیت کی روح بیدار کی جائے، ان میں ایک ایمانِ تازہ اُبھارا جائے، ان کے سینوں کو نورِ خودی سے منور کیا جائے۔ ان کی رگوں کے خون کو گرم کرنے والے محرکات فراہم کیے جائیں، ان کے اندر سے جذبات کا ایک نیا سیلاب بہا دیا جائے، ان کو سیرت و اخلاق کے جوہر سے آراستہ کیا جائے، ان میں اپنے نظریہ کی کامیابی اور اپنے نصب العین کی فتح کی امنگیں جگا دی جائیں، مختصر یہ کہ پوری قوم کو تخلیقِ نو کے عمل سے گذارا جائے اور انسانیت کا ایک نیا نمونہ اٹھ کھڑا کیا جائے۔ ہماری بدقسمتی ہے کہ یہ محنت طلب حکیمانہ کام مسلم لیگ کے بس کا روگ نہیں۔ وہ خود ہی نظریہ و نصب العین کے لحاظ سے قلاش ہے تو دوسروں پر کیا عنایت کرے گی۔ وہ مقصدیت کہاں سے لائے گی۔ وہ زندگی کو نئے محرکات و جذبات کہاں سے فراہم کرے گی۔ وہ سیرت و اخلاق کا جوہر کدھر سے بہم پہنچائے گی اور وہ قوم کی تخلیقِ نو کا سروسامان کیسے کر سکے گی! اس سے زیادہ بڑی بدقسمتی یہ ہے کہ یہ تنظیم جس اونچے طبقے کی کٹھ پتلی بن کر

رہ گئی ہے وہ جہاں خود کام کا کوئی مناسب نقشہ نہیں سوچ سکتا، وہاں وہ کسی دوسرے کے مشورے سے استفادہ کرنے پر بھی تیار نہیں ہے۔ بلکہ اُلٹا وہ اُن لوگوں کو بھی کام کرنے کا موقع دینے میں حد درجہ بخیل واقع ہُوا ہے جو کسی صحیح کام کا نقشہ سوچ بھی سکتے ہیں اور اس کے عملی فرائض بھی انجام دے سکتے ہیں۔ پھر یہ طبقہ دوسرے اسلامی تحریک کو بے کر چلنے والوں کے خلاف مختلف زیادتیاں کر کرکے ہی کمیونزم کے ہاتھ مضبوط نہیں کر رہا بلکہ اسلام کا نام برعکس قسم کے اعمال اور کارروائیوں اور سرگرمیوں کے ساتھ استعمال کر کے روسی ترکستان کی سی صورت پیدا کرنے میں حصہ ادا کر رہا ہے۔ اسلام کے یہ کرم فرما ایک طرف اسلام کے نعرے لگاتے رہے اور دوسری طرف اسلامی دستور کے مطالبے کے خلاف ایڑی چوٹی کا زور بھی صرف کرتے رہے۔ پھر ایک طرف مسودۂ دستور میں کتاب و سنت کے اصولوں کو رہنما مانا، دوسری طرف موجودہ نو سرمایاتی اور اقتصادی نظام کو اسلام کے دائرۂ عمل سے ہمیشہ کے لیے باہر نکال لے گئے۔ ایک طرف اسلامی معاشرہ تعمیر کرنے کا پیمان باندھا، دوسری طرف آرٹ اور کلچر کی ایسی دلچسپیوں میں جا ڈوبے جن کی کوئی جگہ اسلامی فریم میں نہیں نکل سکتی۔ ایک طرف طے کیا کہ یہ جمہوریہ اسلامیہ ہے، دوسری طرف مصطفےٰ کمال بننے اور "ملّا ازم" اور "مذہبی جنونیوں" کے خلاف معرکہ آرائی کے ارادے پیش کیے۔

ہم عرض کریں گے کہ جس چیز کو آپ ملّا ازم اور مذہبی دیوانگی کا نام دے دے کر مٹانے پر تلے ہوئے ہیں، اسے مٹانے کے بعد آپ افراد کے دل و دماغ اور معاشرے کی روح میں وہ خلا پیدا کر دیں گے جسے کمیونزم کے سوا اور کوئی چیز پُر ہی نہیں کر سکتی۔ آپ کسی سخت سے سخت ڈکٹیٹر شپ کے زور سے بھی اس خلا کو دو چار سال سے زیادہ عرصہ تک برقرار نہیں رکھ سکتے۔ اس کی فطرت تقاضا کرتی ہے کہ اسے بھرا جائے۔ اسے اگر آپ اسلامی نظریہ و نصب العین سے کسی کو نہیں بھرنے دیں گے تو اس خانۂ خالی کو کمیونزم کا دیو ضرور تصرف میں لے گا۔ آج نہیں تو کل!

پس ذہنوں کو ذرا چند سال آگے تک سوچنے کے موڈ میں لائیے اور پھر ٹھنڈے دل سے سوچئے کہ کمیونزم اور اسلام دونوں سے آپ کو لڑنا ہے، یا دونوں میں سے کسی ایک کا انتخاب کرنا ہے؟ انتخاب کرنا ہے تو وہ پسند ہے یا یہ؟